

آڑاتا ہے کبوتر تو ، لڑاتا ہے بٹریں تو
ابے او آلو کے پٹھے ! ابے مردک ابے گرگے !
ستاتا ہے ہمیں کیوں تو ، ہمیں کیا کام ہے اس سے
ابے او مرغی کے بچے ! ابے مردک ابے گرگے !

طرار (اطمینان کے ساتھ)

هم اب تو ہو گئے شہدے ، انھایا کرتے ہیں مردے
ہر اک گُن میں ہیں ہم پورے ، ابے باوا ! ابے باوا !

(ذرا چپکے سے خوب چلا کے)

کوئی پھنس جاتا ہے چرکٹ تو ملواتے ہیں ہم دوسرا
کہ مل جاتے ہیں چار آنے ، ابے باوا ! ابے باوا !
نکرے جب ہاتھ آتے ہیں ، چرس کے دم لگاتے ہیں
چلم سے اٹھتے ہیں شعلے ، ابے باوا ! ابے باوا !
پیا کرتے ہیں دم سلفا ، ہمیشہ دے کے اک گندزا
آڑایا کرتے ہیں بقے ، ابے باوا ! ابے باوا !

خون خوار (فخر کے ساتھ)

نہیں یاں شوق نہیں سے ، سوا افیون چندو کے
چرس پیتا ہے تو بقے ، ابے مردک ! ابے گرگے !

(بہت تعجب سے ، نفرت سے)

ابے کیا کلا پانی بی کے آیا ہے تو بھئی سے
یہ کیسے آتے ہیں بھوپکے ، ابے مردک ! ابے گرگے !

طرار (فخر کے ساتھ)

شراب شوق پیتے ہیں، ہمیشہ مست رہتے ہیں
(ایک بقہ^۱ باپ کی طرف چھوڑ کے)

یہ خوشبودار ہیں بقرے، ابے باوا! ابے باوا!

خون خوار

لہ تھے گستاخ ہم اپنے بزرگوں سے کبھی ایسے
چھپا کے پیتے تھے حقے، ابے مردک! ابے گرگے!
(غصے سے تھر تھرا کے)

نہ آئے گا کبھی گھر پر، کہوں گا تیری امآن سے
لگائے گی تعھے جوتے، ابے مردک! ابے گرگے!

طرار (تمسخر اور اطمینان سے)

ابے ڈرتا نہیں ہم سے کہ اب ہم هو گئے بانکے
ابے ہم هو گئے شہدے، ابے باوا! ابے باوا!

خون خوار

وہی ہیں آج کل بانکے جو کھایا کرتے ہیں جوتے
پڑیں منڈے تو ہوں گندے، ابے مردک! ابے گرگے!

(فخریہ)

کیے ہیں بانکپن ہم نے، کبھی ہم بھی تو تھے بانکے
یہ ہیں تلوار کے ٹانکے، ابے مردک! ابے گرگے!
لڑا کرتے تھے اکثر خانہ جنگی ہم جوانی میں
مگر اب ہو گئے بڈھے، ابے مردک! ابے گرگے!

طرار (ذرا اکٹ کے)

تو ہم بھی لئے بھادر ہیں نہیں اس میں بھی کم تم سے
کہ ہیں کس باپ کے بیشے، ابے باوا! ابے باوا!

خون خوار (بہت نفرت سے)

ابے بیٹا ہے تو کس کا غلط ہے یہ ترا دعویٰ
ہارا تو، نہ ہم تیرے، ابے مردک! ابے گرگے!

طرار (ذرا تم سخرا آمیز فخر کے ساتھ)

ابے باوا ہے تو کس کا، کہا تھا تیری خاطر سے
ہم اپنی ماں کے ہیں بیشے، ابے باوا! ابے باوا!

(التجاع کے ساتھ)

بہت ہیں آج کل مفلس، خمیری روئیان لے دے
ابے ہم دیں بہت بھوکے، ابے باوا! ابے باوا!
جو اب ہم سچ بھی کہتے ہیں، کوئی باور نہیں کرتا
کہ ہم مشہور ہیں جھوٹے، ابے باوا! ابے باوا!
ہمیں کپڑے بننا دے تو، ہمیں جوتا پنھا دے تو
ہمارے پہٹ گئے کپڑے، ابے باوا! ابے باوا!
اور اک بوتل ہمیں لا دے، پشیں ہم آج جی بھر کے
نہیں تو دے ہمیں پیسے، ابے باوا! ابے باوا!

خون خوار (کسی قدر دھیسے ہوئے)

بچا تم ہو گئے سنڈے، لگائیں گے تمہیں ڈنڈے
نہ دین گے ہم کبھی گندے، ابے مردک! ابے گرگے!

طرار

نہ تھے تم ایسے مستندے ، جوانی میں بھی تھے ٹھنڈے
 (نہایت فخر سے)

ہزارے گڑ گئے جھنڈے ، ابے باوا ! ابے باوا !
 (پرده گرتا ہے)

ایکٹ پنجم

پہلا سین — ساق نامہ

(پردے کے اندر گایا جاتا ہے)

بھولا^۱ ہوں جسے یاد دلا دے مجھے ساق
 تھوڑی سی شراب اور پلا دے مجھے ساق
 ہو جام بلوریں میں رخ صاف کا۔ جلوہ
 نیرنگ یہ آنکھوں سے دکھا دے مجھے ساق
 فرقت کے الہ اب تو اٹھائے نہیں جاتے
 شان شاہد اصلی سے ملا دے مجھے ساق
 ہے ہے مجھے یاد آتا ہے بجنوں کا تڑپنا
 اب تربت لیلنی کا بتا دے مجھے ساق
 یہ دور بھی آخر ہے اور انعام میں ہے موت
 زہار بھی تھوڑا سا پلا دے مجھے ساق

دوسرा سین — صحراء

(بجنوں ایک پیرزن اور جوان اسیر سے ملتا ہے)

بجنوں (خود بخود)

۱۔ صنف کلام۔ غزل مسلسل، ساق نامہ، بحر هزج واق اخرب
 مکفوف مذوف یا مقصور۔ وزن : مفعول مقاعیل مقاعیل فعولن۔ دو بار۔
 جہاں قصر ہے وہاں بجائے فعولن کے فعولان ہے۔ قصد شاعر
 تمہید خاتمه مرقع -

مستزاد

وادی^{۱۰} نجد میں لے چل مجھے اے شوق رسا
بن کے تو راہ نما
کہ جہاں کوچہ دل دار کی آتی ہے ہوا
رات دن صبح و مسا

(پیرزن مع جوان اسیر کے آتی ہے)

(پیرزن سے مخاطب ہو کر)

پیر زن کیوں یہ جوان قابل تعزیر ہوا؟
پا بہ زنجیر ہوا؟
کیوں ترے ہاتھ سے اس طرح یہ تشهیر ہوا؟
کیوں یہ دل گیر ہوا؟

سچ بتا دے کوئی ہم درد ہارا تو نہیں؟
عشق لیلی تو نہیں؟
یہ مری طرح کوئی عاشق رسوا تو نہیں؟
غم کا مارا تو نہیں؟

پیرزن

نه یہ قیدی ہے کسی کا نہ گرفتار ہے یہ
دل کا مختار ہے یہ
ہاں فقط بیٹ کے دھنڈے کے لہے کار ہے یہ
اس میں اسرار ہے یہ

۱۔ صنف کلام : مستزاد ابیات بحر رمل وافی مختبون محفوظ یا مسکن
محفوظ مستزاد - وزن : فاعلان فعلان فملاتن فعلان - فاعلان فعلن - دوبار
اور جہاں مسکن ہے وہاں فعنان به سکون عین لیا گیا ہے - قصہ
شاعر اظہار دیوانگی عشق مجنون - انعام کار طرار بد اطوار اس نمایش
کے بعد کہیں نہیں آئے گا۔

صبح کو روز اسے زنجیر پنهاتی ہوں
 نجد لے جاتی ہوں
 هر گلی کوچے میں تا شام پھراتی ہوں
 بھیک منگواتی ہوں میں
 میرا مقروض سمجھ کر جو ترس کھاتا ہے
 کچھ اسے دیتا ہے
 نصف میں لیتی ہوں اس میں سے جو یہ پاتا ہے
 نصف یہ لیتا ہے

مجنون

پیرزن چھوڑ دے اس شخص کو از بھر خدا
 مجھے کو زنجیر پنهان
 اس طرح سے تو مجھے نجد کے کوچوں میں پھرا
 اپنا پابند بنا
 جو ملے تجھے کو نہیں آس میں اجارا میرا
 مجھے کو حصہ بھی نہ دے
 مدت العمر نہ بھولوں گا میں احسان ترا
 مول لے مفت مجھے
 کیا عجب کوچہ لیلی میں کسی دن ہو گزر
 گھر سے نکلے وہ ادھر
 میں آسے دیکھوں مجھے دیکھ لے وہ ایک نظر
 ہوں نظارے دم بھر

پیرزن (مجنون سے)

اگر اس امر میں ہے آپ ہی اصرار تجھے
 کیا ہے انکار مجھے

(آس جوان سے)

کر کے بے کار رہا کرتی ہوں طرار تجھے
نہیں درکار مجھے

طارار

تجھے کو قسمت سے یہ دیوانہ ملا اے نافی
کیا کروں میں کم بخت

خلل آیا مری روزی میں ہوئی حیرانی
آہ سنگ آمد و سخت

(پیرزن طرار کو رہا کرتی ہے، مجنوں کو طوق و زنجیر پہناتی ہے)

مجنوں

دل^۱ سے میں شیفتہ زلف گرہ گیر ہوا
پا بہ زنجیر ہوا

خود ہی تقصیر کی خود قابل تعزیر ہوا
خود ہی تشهیر ہوا

واہ کیا میرے مقدر نے مری یاری کی
کیا مددگاری کی

تیرا منون میں اے خوبی^۲ تقدیر ہوا
رهن تدبیر ہوا

رشک آتا ہے مقدر پہ مرے خود مجھے کو
کہیں دھوکا تو نہ ہو

ناالہ کس طرح سے منت کش تاثیر ہوا
کارگرو تیر ہوا

۱۔ صنف کلام : غزل ، مسلسل بھرو وزن مثل سابق - قصد شاعر : اظہار مسرت مجنوں پہ امید دپدار لیلی -

ہتکڑی ہاتھوں میں ہے پاؤں میں بھاری زنجیر
ضعف ہے دامن۔ گیر

طوق گردن میں پڑا شوق گلوگیر ہوا
غم کی تصویر ہوا

عشق نے آج پنهایا ہے یہ بھاری زیور
ہیں برهنے تن و سر

آج عشاقِ آمیں میں قابل توقیر ہوا
خوب تشبیہ ہوا

تیسرا سین — کوچہ لیلی

محنوں

مری^۱ بے خودی ہوئی راہ پر کہ تری گلی میں ہوا گزر
سر بام آ کبھی بے خبر مجھے دیکھ تو بھی تو اک نظر

(لیلی کا سربام نظر آنا)

مرے جذب دل نے کیا اثر، وہ پری ہے بام پہ جلوہ گر
جونگہ کے تیر ہوں کار گر، تو بچیں نہ آج دل و جگر
دل بے قرار کو ہے خبر، کہ لڑی ہوئی تھی نگاہ ادھر
دل غم کشیدہ و چشم تر ہوئے دونوں دشمن ہم دگر
(اسے یہ لگ ہے گلے لگائیں، آسے یہ پڑی ہے کہ دیکھیں جائیں
ہے ادھر یہ نعرہ کہ ہے غصب، ہے آدھر اشارہ کہ حف نظر

۱- صنف کلام : غزل مسلسل خطابی، بھر کامل واقع مالم - وزن :
متفاعلن متفاعلن متتفاعلن دو بار، تصدیق شاعر : محنوں کی طرف
سے اظہار مسرت و شوق لیلی کی طرف سے اظہار وفا و مجبوری -

یہ ہے شوق دید کی التجا کہ ابھی تو جی ہی نہیں بھرا
 (غش آتا ہے، پیرزن آٹھا تھا ہے)

مجھے دیکھ لینے دے اک ذرا جو هو غش سے فرصت یک نظر
 نہیں تاب دید مجھے ذرا تجھے دیکھوں میں یہ مجال کیا
 یہ ہے رعب حسن کا ادعا کہ نگاہ بھر کے نہ دیکھ ادھر
 لیلی (آواز سن کے)

یہ صدا ہے کس کی بتا دلا کہ ہیں کان اس کے کچھ آشنا
 مرے قیس کی یہ نہ ہو صدا کہ دل و جگر میں گئی آخر
 (مجنوں کو دیکھ کے)

یہ اسیرِ خستہ و ناتوان یہ اجل گرفتہ نیم جان
 مرا جان نثار ہے بے گان دل بے قرار کو کیا خبر
 (پیرزن سے مخاطب ہو کر)

یہ اسیر کس کا ہے پیرزن کہ ہے دست و پا میں بندھی رسن
 تو خدا کو مان ذرا ثہہر مجھے اس کے حال کی دے خبر
 یہ جوان ہے خود ہی اسیرِ غم کہ مرے فراق کا ہے الم
 جو سمجھ تو کم نہیں یہ ستم اسے چھوڑ دے تو خدا سے ڈر
 تجھے کچھ بھی خوف خدا نہیں ترے دل میں رحم ذرا نہیں
 یہ جفا تو اس پہ روا نہیں ترا دل ہے سنگ سے سخت تر
 مرے ناتوان پہ نہ کر ستم مرے نیم جان پہ نہ کر ستم
 بس اب اس جوان پہ نہ کر ستم اسے چھوڑ دے مجھے قید کر

پیرزن

مرے چاہتا ہے یہ سو درم تمہیں دے دو بھرنہ کروں ستم
 نہ ملیں درم تو یہ ہے قسم میں نہ چھوڑوں گی اسے عمر بھر

لیلی (تھیلی روپوں کی پہینک کے)

ترے سو درم دین یہ اے بوا مرا مبتلا هو ابھی رها
دل و جان سے اس په ہوں میں فدا کوئی چیز یہ بھی ہے مال و زر
(قیس کا رہا ہونا ، پیرزن کا جانا)

جنوں

مجھے قید سے تو رہا کیا حق دوستی تو ادا کیا
مگر اس کا سلسلہ کیا کیا کہ عذاب هجر سے ہو مفر
(مرا حال هجر میں یہ ہوا تجھے آج تک ہے وہی حیا)
(رخ صاف سے تو نقاب آٹھا کہ فدا ہوں تیرے جہاں پر)
ترا نیم کشٹہ ناز ہوں میں شہید ناز و نیاز ہوں
میں اسیر زلف دراز ہوں تری قید میں ہوں میں سر بسر
رہا مدتیوں میں اداس بھی ترے وصل سے ہوئی یاس بھی
نہ رہی تھی ملنے کی آس بھی تری یاد دل میں رہی مگر

لیلی

نہیں اس میں کچھ بھی مری خطا ترے بخت کا یہ قصور تھا
ترے دل کو کیا نہیں یہ خبر ترے حال ہر تھی میں نوحہ گر
ترے غم میں میں بھی ہوں مبتلا مگر اس میں کچھ نہیں بس مرا
اسی غم میں عمر ہوئی بسر کہ دعا ہاری ہے بے اثر
ترے چھوٹنے کا تو ہے الٰم مگر اب قوبی ہے شام غم
نہ ٹھہر تو نجد میں ایک دم میں بے باپ کو نہ ہو یہ خبر
(جنوں لیلنی کی طرف نگاہِ حسرت سے دیکھ کر)

جنوں

یہ فلک نے آہ کیا ستم تجھے دیکھنے بھی نہ پائے ہم

دم چند وہ جو تھے مفتمن گئے بات کہتے میں سب گزر
 (لیلیٰ کا غائب ہو جانا ، مجنوں کا روانہ ہونا)

(تهوڑی دور جاکے شہر کے باہر)

نه وہ جلوہ ہے ، نہ وہ یار ہے ، نہ وہ باغ ہے ، نہ بہار ہے
 نہ وہ شہر ہے ، نہ دیار ہے ، نہ وہ کوچہ ہے ، نہ وہ بام و در
 اسی دشت نجد کو چل دلا کہ نہ پرده فاش ہو یار کا
 (ابھی اور کچھ دنوں صبر کر کہ یہاں ٹھہرنے میں ہے ضرر)

چوتھا سین — راهِ صحرا

نه اس سے کچھ کہا نہ سنا شب غم کا کیا نہ گلا
 نہ نکلا منہ سے کچھ بھی دلا ہوئے یوں محوِ حسن و ادا
 کوئی پوچھئے فلک سے کہ کیا ستانے سے ہمارے ملا
 نہ دم بھر بھی یہ دیکھ سکا کیا ظالم نے ہم کو جدا
 مرض تقدیر نے وہ دیا کہ ناپیدا ہے جس کی دوا
 مقدر میں وصال نہ تھا کہ بالکل بے اثر ہے دعا
 ہوئی دل کو پسند بلا نہ بھایا کچھ یہ کیا تھا بھلا
 مجھے ہے دل سے اپنے گلا کسی کی نہیں ہے اس میں خطا

چوتھا سین — خواب گاہِ لیلیٰ

۱- صنف کلام : مطلع ، بحروافر معصوم سالم - وزن : مقاعیلن
 مقاعیلن مقاعیلن مقاعیلن دو بار - قصد شاعر : اظہار آس حالت کا
 جو بعد دیکھنے لیلیٰ کے مجنوں کو حاصل ہوئی -

جو کھایا ہے دل پہ داغ ستم جہاں میں کوئی کھانا نہ سکے
 آٹھایا وہ سر پر بارِ الم فلک بھی جسے آٹھا نہ سکے
 چلی وہ جگر پہ تینغ ستم کہ زخم بھی ہم دکھا نہ سکے
 کہ چارہ گروں سے کھہ نہ سکے یہ حال کبھی سنا نہ سکے
 جو درد آٹھا تو آپ ہی آپ ضبط کیا کبھی نہ کھا
 یہ حال کسی سے کہتے تو کیا کہ آف بھی زبان پہ لا نہ سکے
 یہ سوزِ جگر یہ آتشِ غم اور اس پہ یہ ضبط اور ستم
 جو شعلہ آٹھا تو روئے نہ ہم یہ دل کی لگی بجھا نہ سکے
 یہ حال ہوا کہ سوزِ نہاں نے آہ ہمیں چلا ہی دیا
 یہ قہر ہوا اور اس پہ یہ ضبط رو نہ سکے رولا نہ سکے
 یہ سنگ ستم یہ بارِ الم یہ عشق نے آہ قہر کیا
 ہیا نے یہ اور جبر کیا کہ آنکھ بھی ہم آٹھا نہ سکے
 جو دوست کے غم میں درد ہوئے عدو کو بھی ہوں، خدا نہ کرے
 جو ہوں بھی آسے تو چیخ آٹھے کبھی تو وہ تاب لا نہ سکے
 جو قیس کے غم میں حال ہوا وہ دل میں رہا کبھی نہ کھا
 جو رنج ہوا تو دل پہ سہا کہ اشک بھی ہم بھا نہ سکے
 اگرچہ وہ حال چھپ نہ سکا کہ تاڑنے والے تاڑ گئے
 غرض کہ ملال کھل ہی گیا کہ زردی رخ چھپا نہ سکے
 کبھی ہم آدھر کو جانہ سکے کبھی وہ آدھر کو آ نہ سکے
 جو کھینچ بھی لایا جذبہ دل تو پاس آسے بلا نہ سکے
 نہ اپنی کھی نہ اس کی سنی وہ ہو کے خفا چلا بھی گیا
 حجاب سے ہم منا نہ سکے گئے بھی آسے لگا نہ سکے

۱- صنف کلام : غزل مسلسل ، بحر وافر وافر مالم - وزن :
 مقاعلتن مقاعلتن مقاعلتن مقاعلتن ، دو بار - قصد شاعر : اظہار کیفیات
 عشق -

پانچواں سین - دشت نجد

وہی^۱ دشت نجد ہے وہی کوہسار ہے
 وہی هجر یار ہے وہی جان زار ہے
 وہی دل وہی ہوا وہی دشت کی فضا
 وہی نجد کی ہوا وہی سبزہ زار ہے
 وہی آہ نارسا وہی نالہ زار ہے
 اسے دل سے ساز ہے وہی غمگسار ہے
 وہی یاس وصل ہے وہی منتشر حواس
 وہی دل آداس ہے وہی انتشار ہے
 وہی حسرت و الم وہی زندگی سے یاس
 وہی آس موت کی وہی انتظار ہے
 وہی اضطرابِ دل وہی یادِ زلف یار
 وہی پیچ و تاب هجر وہی اضطرار ہے
 وہی ہول ناک دشت وہی غول کی پکار
 وہی دار و گیر ہے وہی مار مار ہے
 وہی چاک چاک دل وہی تار تار جیب
 وہی بار بار ذکر وہی یار یار ہے

چھٹا سین — صحراء - غارِ نجد (جائے قیامِ مجنون)

(عبداللهِ مجنون کو تلاش کرتا ہے)

۱۔ صنف کلام : غزل مسلسل ، بحر طویل واقع مقبوض - وزن :
 فرعون مقاعدِ فعالن مفاععلن ، دو بار - قصد شاعر : اظہار آس کیفیت
 کا جو مدت دراز تک ایک ہی حالت میں رہنے سے پیدا ہوتی
 ہے جس کو آکنا جانا کہتے ہیں -

عبدالله

تیرے' غم سے اے پسر! خون ہوا میرا جگر
 ڈھونڈھتا ہے یہ پدر تو کدھر ہے اے پسر
 (عبدالله اور مجنوں کی ملاقات)

عبدالله

اے مرے آرامِ دل اے مرے لختِ جگر
 اے مرے نورِ نظر اے مرے رشکِ قمر
 یہ تنِ نازک ترا اور یہ دشتِ خارِ خار
 اسِ مصیبت میں تجھے کس طرح دیکھئے پدر
 مجنوں

آہ و زاری سے تری ٹکڑے ہوتا ہے جگر
 ڈھونڈھتا ہے کس کو تو کس لیے ہے نوحہ گر
 کون ہے تو مبتلا کس لیے ہے بے قرار
 کون ہے تو دلِ جلا کس لیے ہے چشمِ تر
 تیری باتوں سے مجھے بوئے آنس آتی ہے کچھ
 اے شفیقِ مهرباں جن ہے تو یا ہے بشر
 اے ضعیفِ ناتوان کس قدر ہے خوش بیان
 سچ بتا کیا میری لیلی کا ہے تو نامہ بر
 بوسے الفت آتی ہے تیرے جسمِ زار سے
 خود بخود کھنچتا ہے دل بات میں ہے یہ اثر

- صنف کلام : غزل (یا قطعہ) مسلسل ، بھر مدد و اف سالم -
 وزن : فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن ، دو بار - قصد شاعر : اظہارِ محبت
 پدر و پسر -

عبدالله

میں ہوں میں تیرا پدر مجھ کو بھی بھولا پس
یہ جنوں کا ہے اثرِ یادِ لیلی اس قدر!

جنوں

اے پدر! اے سہربان! قیسِ هو تجھ پر فدا
دشتِ غم میں توکھاں، اے مرے خستہ جگر!
دل ہی قابو میں نہ تھا کیا تجھے پہچانتا
سب یہ ہے دل کی خطا بخش دے تو اے پدر!

عبدالله

کوہ و صحراء میں تجھے ڈھونڈھنے آیا ہوں میں
اس ضعیفی پر مری اے پسر تو رحم کر
پالنے والے کا دل کیوں نہ ہوئے پاش پاش
آہ وہ ناز و نعم اور یہ دشت پر خطر
تیرے غم میں تیری ماں جان بہ لب ہے ان دنوں
اس کی حالت غیر ہے دیکھ آ، اے بے خبر!
میں ضعیف و زار ہوں زیست کا کیا اعتبار
کون ہے تیرے سوا مالکِ املأک و زر
تا کجا دیوانگی سیکھ اب فرزانگی
چھوڑ دے بیگانگی چل مرے ہمراہ گھر
باپ ماں کی خدمتیں قیسِ تجھ پر فرض ہیں
ترک کر ذکرِ صنم اب خدا کو یاد کر

قیس

قیسِ هو تجھ پر فدا یہ سخن ہیں سب بجا
لائقِ صد شکر ہے یہ عنایت سر بسر

اے ولی نعمت صرہ کافر نعمت ہوں میں
 نا خلف ہے یہ پسر اس پسر سے در گزر
 ناصح مشق ہے تو یہ نصیحت ہے بجا
 دل ہی کہنے میں نہیں کیا کروں میں اے پدر
 آہ قابو میں نہیں یہ دل بے اختیار
 آہ پھلو میں نہیں یہ دل وحشت اثر
 جب تہ مانوں میں تو پھر یہ عنایت ہے عبث
 جب نہ سمجھوں میں تو کیا ہو نصیحت کارگر
 درد دل ہے لا دوا ترک کر تدبیر کو
 یہ مرض ہے جانستان چھوڑ دے تقدیر پر

عبدالله

اے دل مایوس چل گفتگو بے کار ہے
 راہ پر آتا نہیں ، آہ یہ شوریہ سر
 ساتوان سین محل سرانے عبد العزیز
 (لیلی کا دفعہ دیوانہ ہو جانا)

لیلی

آئی ہے فصل بہار آہ کوئی کیا کرے
 جب نہ ہو پھلو میں یار آہ کوئی کیا کرے
 دل پہ نہیں اختیار آہ کوئی کیا کرے
 جبکہ ہو یہ اضطرار آہ کوئی کیا کرے

(لیلی بھاگنے کا قصد کرتی ہے)

گھر سے نکل جاؤں میں قیمین کو دیکھ آؤں میں
دل کو نہیں ہے قرار آہ کوئی کیا کرے
(مادر لیلی قریب دروازہ لیلی کو پکڑ لیتی ہے)

مادر لیلی

کیا ہوا لیلی تجھے کیا ہوا بیٹی تجھے
بکتی ہے کیوں بار بار 'آہ کوئی کیا کرے'
آتا ہے تیرا پدر کہتی ہوں سب اس سے حال
سر پر جنون ہے سوار آہ کوئی کیا کرے
(عبدالعزیز آتا ہے)

اس کو یہ کیا ہو گیا تم کرو اس کی دوا
بکتی ہے دیوانہ وار 'آہ کوئی کیا کرے'
روک نہ لیتی جو میں گھر سے گئی تھی ابھی
سخت ہوا انتشار آہ کوئی کیا کرے

عبدالعزیز

ہے یہ جنون کا اثر قید ہے اس کا علاج
گوکہ یہ ہو ناگوار آہ کوئی کیا کرے
قید کروں گا اسے لوہے کی زنجیر میں !
پاؤں اگر ہوں فگار آہ کوئی کیا کرے

(عبدالعزیز لیلی کے پاؤں میں زنجیر پنهاتا ہے)

لیلی

پاؤں میں زنجیر ہے طوق گلوگیر ہے
سلسلہ زلفِ یار آہ کوئی کیا کرے

آٹھوں سین — دشتِ نجد

مجنوں

دیکھئے^۱ عالم تقدیر سے کیا ہوتا ہے
لاکھ تدبیر ہو، تدبیر سے کیا ہوتا ہے
کھینچ ہی لائے گا اک روز اسے جذبہ دل
زندگی چاہیے تاخیر سے کیا ہوتا ہے
(دل کو زلفوں میں پہنساؤ کہ یہ قید اچھی ہے)
(ایسے دیوانوں کو زنجیر سے کیا ہوتا ہے)
اب سنا ہے کہ جفا سے بھی پشیان ہے وہ
اور پھر آہ کی تاثیر سے کیا ہوتا ہے
گوشِ مشتاقِ سخن دلِ متمنیِ وصال
تو ہی کہہ دے تری تصویر سے کیا ہوتا ہے

۱۔ صنف کلام : غزل بھر رمل وافی مخبون، سکنِ مخدوف - وزن :
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار - کہیں پر رکن آخر فعلان
(قصور) اور کہیں فعل بحرکت عین (مخدوف) لے لیا ہے - قصہ شاعر :
اظہار اس امر کا کہ گویا مجنوں کے دل کو اس واقعے کی
خبر ہے بلکہ اس کو امور آیندہ کی بھی اطلاع ہے - اگر یہ
تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ واقعات سے ظاہر کیا گیا ہے کہ
مجنوں اور لیلی میں شرکت خیال واقع تھی تو یہ امر مستبعد
معلوم نہ ہو کا کہ مجنوں کو ایلی کے ارادے پر اطلاع حاصل تھی -
لیلی کا ارادہ ہے کہ زندان سے بھاگ جاؤں اور قیس کو دیکھ
آؤں اور اس سے قیس آگاہ ہے - ایسے امورِ معمولات اور مجانین میں
اکثر مشاهدہ کیے گئے ہیں -

بے حجابانہ ملیں آپ، تکلف کیسا
 اس مدارات سے توقیر سے کیا ہوتا ہے
 کچھ کھشک سی ہے کلیجی میں مگر زخم نہیں
 کیا بتائیں کہ ترے تیر سے کیا ہوتا ہے
 کوئی بھی اس نگہ ناز سے جان بر نہ ہوا
 تیر ایسا ہو تو تنجیر سے کیا ہوتا ہے
 دوست کی جس بہ عنایت ہو جوان بخت ہے وہ
 پھر عناد فلک پیر سے کیا ہوتا ہے
 کیا سنائیں تمہیں افسانہ هجر کا کل
 ایسی الجھی ہوئی تقریر سے کیا ہوتا ہے
 بخت اگر بد ہو تو سونے کو بنا دے مٹی
 اے مہوش! تری اکسیر سے کیا ہوتا ہے
 عشق کا کل یہ وہ سودا ہے کہ جاتا ہی نہیں
 مار سے، قید سے، زنجیر سے کیا ہوتا ہے
 دیکھتی ہی نہ چلی آئیں تو کچھ بات نہیں
 دیکھ مرزا تری تحریر سے کیا ہوتا ہے

نوان سین زندان خانہ

لیلی (خود بخود)

آج قسمت سے در زندان کھلا
 سو گئے در چھوڑ کر دربیان کھلا

۱۔ صنف کلام : غزل ، بحر رمل مجز و مذوف یا مقصور۔ وزن :
 فاعلان فاعلان فاعلن ، دو بار۔ اور جہاں قصر ہے وہاں فاعلان۔
 قصد شاعر : اظہار اس حالت کا جو آزاد ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔